مولانا محمد عیسیٰ منصوری، لندن

مغرب میں اسلام کا مستقبل

مغرب میں اسلام کا مستقبل۔ یہ وہ سوال ہے جو اس وقت مشرق و مغرب کے علمی حلقوں میں بڑے شد و مد سے اٹھایا جا رہا ہے۔ یہ موضوع اس وقت سے سنجیدہ و مربوط موضوع کی شکل اختیار کر گیا ہے جب سے ہارورڈ یونیورسٹی کے یہودی پروفیسر سموئل ہنٹنگٹن نے ۱۹۹۳ء میں تہذیبوں کے مابین تصادم (Clash of Civilization) کا نظریہ پیش کر کے پیشین گوئی کی کہ مستقبل میں مغرب اور اقوام عالم کے درمیان کشمکش نہ تو معاشی ہوگی نہ سیاسی بلکہ تہذیبی ہوگی۔ اس ضمن میں انہوں نے اسلام کو مغرب کے مقابلے میں ایک متصادم تہذیب کے طور پر پیش کیا۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ مستقبل میں ویسٹرن سولائزیشن کے لیے اسلام کا خطرہ دکھا کر اسلام کے خلاف محاذ آرائی کے لیے دعوت فکر دی۔ مغربی حلقوں میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی بھی وجہ فکر بنی ہوئی ہے۔ مسلمان امریکہ میں دوسری بڑی اکثریت بن چکے ہیں اور یورپ میں ان کی آبادی ۲۵ ملین کے قریب پہنچ رہی ہے۔ آج یورپ (ای ای سی) کے کئی ملکوں میں اسلام کو دوسرا بڑا مذہب تسلیم کیا جا چکا ہے۔

حقیقت میں موجودہ دور فکر و نظریہ کا دور ہے۔ اس وقت اقوام عالم کے درمیان عسکری کی بجائے فکری و نظریاتی تصادم برپا ہے۔ کمیونزم کی ناکامی کے بعد مغربی دنیا سمجھنے لگی ہے کہ اب دنیا کے لیے مغربی نظریہ فکر اور نظام زندگی اپنانے کے سوا کوئی چارہ نہیں جبکہ اسلام ایک مکمل نظریہ فکر رکھتا ہے۔ جس میں آج بھی اتنی افادیت و کشش ہے کہ دنیا کے تمام نظریات و افکار پر حاوی و غالب آجائے۔ اسلام کی پوری تاریخ ثابت کرتی ہے کہ اسلام کی دعوت ہی اسلام کی سب سے بڑی طاقت ہے۔ اسلام عین فطرت انسانی کے مطابق ہے اگر وہ اپنی اصلی صورت میں کسی انسان کے سامنے لایا جائے تو وہ سیدھا آدمی کے دل میں اتر جاتا ہے۔ وہ آدمی کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اس کی صداقت کا اعتراف کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام اپنی ذات میں ایک تسخیری طاقت رکھتا ہے۔ وہ لوگوں کو متاثر ہونے پر مجبور کرتا ہے۔ اب تک نظریہ کو کاٹنے والی تلوار وجود میں نہیں آسکی۔ اسلام کے نظریہ فکر کی تلوار کبھی کند نہیں ہوتی۔

اس نے ہر دور میں قطع نظر اس کے کہ وہ دور سیاسی و عسکری اعتبار سے مسلمانوں کے غلبہ کا دور تھا یا مغلوبیت کا اپنی شاندار فتوحات برا جاری رکھی۔ زمانہ کی موجودہ تبدیلی عسکری محاذ سے فکری محاذ کی طرف عین اسلام کے مطابق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مغرب اسلام کے نظریہ کی طاقت سے خوفزدہ ہے۔ وہ مغرب میں اسلام کو اپنی فکر و دعوت پیش کرنے کا موقع دیے بغیر پروپیگنڈہ اور میڈیا کے زور پر ختم کر دینا چاہتا ہے۔ آیئے تاریخی اعتبار سے اس صورتحال کا جائزہ لیں کہ اسلام کے نظریہ و فکر نے کس طرح ہر دور میں اپنی طاقت منوائی۔

اسلام کے غلبہ کی پیشین گوئی

ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون "اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت و دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اسے سارے ادیان پر غالب کر دے اگرچہ مشرک اسے برا مانیں۔" یہاں دین کے غلبہ سے مراد سیاسی و عسکری غلبہ نہیں بلکہ فکری و نظریاتی غلبہ ہے جو اسلام کو ہمیشہ اور ہر جگہ حاصل رہا ہے اور کبھی منقطع نہیں ہوا۔ اس کے خلاف سیاسی غلبہ کبھی حاصل ہوا کبھی نہیں ہوا۔ خالق کائنات نے اپنے آخری پیغام (اسلام) کو مکمل کر دیا جب کسی فکر و نظریہ کو یہ سب حاصل ہو جائے تو اس کی طاقت بے پناہ ہو جاتی ہے اور پھر اس کو کوئی زیر نہیں کر سکتا۔

فکر و نظریہ کی حکمت کی خاطر عسکری پسپائی

آنحضرت ﷺ نے اسلام کی دعوت و فکر کے لیے افہام و تفہیم کی فضا پیدا کرنے کی خاطر کفار مکہ کی یک طرفہ شرائط منظور فرمالیں۔ اسلام کی دعوت کے مرحلہ میں ایسا بھی ہوا کہ دعوت کی حکمت کے پیش نظر آپ نے بظاہر عسکری میدان میں پسپائی اختیار کی تا کہ مکمل نظریاتی غلبہ و فتح یابی حاصل ہو سکے۔ جیسے حدیبیہ میں ہوا۔ ۶ ھ میں آپ کو عمرہ کی نیت سے ڈیڑھ ہزار صحابہ کو لے کر بیت اللہ کے بالکل قریب پہنچ کر بغیر عمرہ کیے لوٹنا پڑا۔ حدیبیہ میں کفار سے جو صلح نامہ ہوا اس کی شرائط یک طرفہ کفار مکہ کے حق میں اور مسلمانوں کے خلاف تھیں۔ بظاہر مسلمانوں کے لیے ناقابل برداشت اور انہیں اشتعال دلانے والی تھیں۔ اس صلح سے آپؐ کا مقصد اسلام کے لیے افہام و تفہیم کے ذریعے معتدل ماحول و فضا پیدا کرنا تھا۔ اہل مکہ مسلمانوں کو مشتعل کر کے اپنے موافق میدان یعنی عسکری میدان میں لانا چاہتے تھے۔ جس میں قریش کو مسلمانوں پر واضح برتری حاصل تھی۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے منصوبے کو کامیاب نہیں ہونے دیا۔ آپؐ حکمت عملی سے ان کو ایسے میدان میں لے آئے جہاں مسلمانوں کو مکمل طور پر برتری و بالادستی حاصل تھی یعنی فکری و نظریاتی میدان میں تا کہ اہل مکہ کے ساتھ جنگ کا ماحول ختم ہو اور انہیں ٹھنڈے دل سے اسلام کی دعوت و فکر پر غور کرنے کا موقع ملے۔ نیز آپ کو بھی دیگر عرب

قبائل اور سلاطین عالم کو اپنی دعوت پہنچانے کا موقع مل سکے۔ قرآن کریم نے آپؐ کی اس حکمت عملی کو فتح مبین قرار دیا۔ بعد کے واقعات نے اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ حدیبیہ کی صلح سے پہلے بیس سال میں جس قدر لوگ مسلمان ہوتے تھے اس صلح کے بعد اس سے کہیں زیادہ لوگ دو سال میں اسلام میں داخل ہوئے۔ اور حالات میں آپؐ کے حق میں ایسی زبردست تبدیلی پیدا ہوئی کہ قریش جنہوں نے ۶ھ میں مسلمانوں کو عمرہ ادا کرنے کی اجازت نہیں دی صرف دو سال بعد ۸ ہجری آنحضرت ﷺ دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ فاتحانہ طور پر مکہ مکرمہ میں داخل ہوگئے۔ اگرچہ حدیبیہ کا واقعہ بظاہر عسکری محاذ پر پسپائی کا واقعہ ہے مگر دعوت و فکر کے محاذ پر زبردست اقدام و فتح یابی کا سنگ میل ہے۔ ایک صحابی حضرت براءؓ فرماتے ہیں جب تم فتح مکہ کو فتح سمجھتے ہو اور ہم فتح حدیبیہ کو سمجھتے ہیں۔ آج تاریخ پھر اپنے آپ کو دہرا رہی ہے۔ مغربی میڈیا مسلمانوں کو مشتعل کرنے میں لگا ہوا ہے تا کہ مسلمان رد عمل کا شکار ہو جائیں۔ ہمارے لیے صلح حدیبیہ ایک سبق اور نشان راہ ہے کہ اسلام کی دعوت پیش کرنے والے جب بھی مخاطب کی اشتعال انگیزیوں کو نظر انداز کر کے صبر و استقامت کے ساتھ اسلام کی دعوت و فکر کو پیش کریں گے تو انجام وہی نکلے گا جو ۶ ہجری میں نکلا تھا۔ کیونکہ مغرب بھی اہل مکہ کی طرح فکر و نظر کے میدان میں تہی دامن ہے۔ آیئے اس حوالے سے تاریخ کی چند مثالوں پر نظر ڈالیں۔

مسلمانوں کی سیاسی طاقت ٹوٹنے کے باوجود فکری محاذ پر شاندار کامیابیاں

تیرہویں صدی عیسوی کی ابتداء میں منگول تاتاریوں نے عالم اسلام پر مکمل غلبہ حاصل کیا۔ انہوں نے سمرقند سے بغداد تک پوری مسلم دنیا کو تہس نہس کر دیا۔ ان کا غلبہ اتنا شدید اور ہمہ گیر تھا کہ کہا جانے لگا اذا قیل لک ان التتر انہزموا فلا تصدق "اگر تم سے کہا جائے کہ تاتاری شکست کھا گئے تو اس کو نہ ماننا۔" ان حالات میں چند بے وسائل درویشوں نے اسلام کی دعوت فکر پیش کرنے کا خاموش و پر امن کام کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک نیا انقلاب برپا ہوا اور اس صدی کے اختتام سے پہلے تاریخ اسلام کی فکری طاقت سے مغلوب ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ پروفیسر ہٹی کے الفاظ میں "مسلمانوں کے مذہب نے وہاں کامیابی حاصل کر لی جہاں ان کے ہتھیار ناکام ہو چکے تھے۔" انہی تاتاریوں کی اولاد نے اس عظیم عثمانی خلافت کی بنیاد رکھی جس نے پانچ سو سال تک اسلام کو دنیا میں عسکری طور پر بھی سپر پاور بنائے رکھا۔ بیسویں صدی کے اوائل تک آدھا یورپ ان کے زیر نگین تھا اور باب عالی (سلطنت ترکیہ) کی مرضی کے بغیر یورپ میں کوئی اہم فیصلہ نہیں ہو سکتا تھا۔ انہی تاتاری نسل کی ایک دوسری شاخ (مغلوں) نے ہندوستان میں صدیوں تک حکومت کی۔ پروفیسر ڈبلیو آرنلڈ اپنی کتاب "پریچنگ آف اسلام" میں لکھتے ہیں "اپنے سیاسی زوال کے زمانے میں اسلام نے بعض انتہائی شاندار روحانی فتوحات حاصل کیں۔ دو بڑے تاریخی مواقع پر وحشی کافروں نے اپنے پاؤں محمدؐ کے پیرووں کی گردن پر رکھ دیے تھے۔ گیارہویں صدی عیسوی میں سلجوقی ترکوں نے اور تیرہویں صدی عیسوی میں مغل ترکوں نے۔ مگر عجیب بات ہے کہ ہر بار فاتح نے اپنے مفتوح کے مذہب کو قبول کیا۔" یعنی اسلام کے نظریہ و فکر کی طاقت نے ان قوموں کو فتح کر لیا جنہوں نے عسکری میدان میں مسلمانوں کو شکست دی تھی۔ آج دنیا میں کچھ ایسی ہی صورت حال ہے۔ ایک میدان سیاست و عسکریت کا ہے جہاں مغرب کو عالم اسلام پر مکمل بالادستی ہے' دوسرا میدان نظریہ و فکر کا ہے جہاں اسلام کو کامل غلبہ و اجارہ داری حاصل ہے۔ مغرب مسلمانوں سے اس میدان میں لڑنا چاہتا ہے جہاں اسے بالادستی حاصل ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم حکمت عملی اختیار کر کے اسے اس میدان میں لے آئیں جہاں وہ ناموافق پوزیشن میں ہو۔ اور ہم موافق پوزیشن میں ہوں۔ یعنی نظریہ و فکر کے میدان میں۔ تاریخ کے اوراق پلٹیں اس وقت انڈونیشیا آبادی کے اعتبار سے سب سے بڑا مسلم ملک ہے۔ اس ملک میں مسلمانوں کی کثرت کا سب سے حیرت انگیز پہلو یہ ہے کہ وہاں مسلمانوں نے کبھی بھی فوجی اقدام نہیں کیا۔ اس خطہ میں مسلمانوں نے تیرہویں صدی عیسوی میں اپنے قدم جمائے۔ یہی وہ صدی ہے جس میں مسلمانوں کی سیاسی طاقت پر زوال آیا۔ ایک طرف اسپین سے مسلمانوں کو ختم کیا گیا دوسری طرف تاتاریوں نے پانچ سو سالہ عظیم الشان عباسی سلطنت کو پارہ پارہ کر دیا۔ اس وقت اگرچہ مسلمانوں کی عسکری و سیاسی طاقت ٹوٹ چکی تھی مگر مسلمانوں کی روحانی و فکری فتوحات بغیر کسی رکاوٹ کے جاری تھیں۔ تیرہویں صدی اگرچہ مسلمانوں کے عسکری زوال کا دور ہے جب مسلمانوں کا دارالسلطنت بغداد تباہ ہو رہا تھا اور یورپ (اسپین) سے انہیں نکالا جا رہا تھا مگر عین اس وقت اسلام کے فکر و نظریہ کی طاقت مشرق بعید انڈونیشیا' ملیشیا کو فتح کر رہی تھی' وہاں اپنے قدم جما رہی تھی۔" اور آگے بڑھیے' ۱۸۵۷ء میں ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی و عسکری طاقت زوال کی انتہا کو پہنچ گئی حتیٰ برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی نے دارالسلطنت دہلی پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت ۱۸۵۷ء شاملی کے میدان میں جن علماء نے انگریز سے شکست کھائی ان میں مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ بھی تھے۔ مگر چند سال بعد جب یورپ کے پادری فنڈر (Fundor) نے فکری و نظریاتی میدان (مناظرہ) میں مسلمانوں کو للکارا تو انہی مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے اسے ایسی شکست دی کہ وہ ہندوستان سے بھاگ کھڑا ہوا۔ تاریخ میں بارہا نظر آئے گا کہ مسلمان عسکری میدان میں مغلوب ہوگئے مگر

جب کبھی فکری و نظریاتی تقابل ہوا تو اسلام کو دنیا کے ہر مذہب اور ہر نظریہ و فکر پر مکمل بالادستی حاصل ہوئی۔ یہ بات مسلمانوں کے حق میں خوش آئند ہے کہ مغرب میں اسلام کی اندھی مخالفت و عصبیت کے بادل گزشتہ صدی سے چھٹنے شروع ہو گئے تھے اور اہل مغرب کو اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کے متعلق اپنے مبنی بر تعصب غلط رویہ کا احساس ہو چلا تھا۔ چنانچہ مشہور انگریز ادیب جارج برنارڈ شاہ ایک جگہ لکھتا ہے "محمد کے پیش کردہ دین کو ادیان عالم میں بہت ہی بلند مرتبہ حاصل ہے۔ دیگر ادیان کے برعکس اس دین میں دائماً زندہ رہنے کی حیرت انگیز قوت موجود ہے۔ اس کی وجہ جہاں تک میں سمجھا ہوں یہ ہے کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جو اپنے اندر مختلف طریقہ ہائے حیات کو سمونے کی اہلیت اور بنی نوع انسان کے ہر طبقہ کو جذب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ میں بھی اسے روز بروز مقبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ جہالت، تعصب کے باعث ازمنہ وسطیٰ میں اسلام کو انتہائی بھیانک صورت میں عوام کے سامنے پیش کیا گیا اور انہیں یہ یقین دلانے کی کوشش کی گئی کہ اسلام یسوع مسیح کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ لیکن میں محمد کو انسانیت کا نجات دہندہ سمجھتا ہوں اور میرا اعتقاد ہے کہ اگر آج بھی دنیا کو محمد کی خو بو رکھنے والے کسی شخص کی خدمات میسر آجائیں تو بنی نوع انسان کی تمام مشکلات یکسر کافور ہو سکتی ہیں۔ اور زمین میں امن و امان اور خوش بختی کا دور شروع ہو سکتا ہے۔ آج زمانہ کو انہی چیزوں کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔"

اسی طرح جارج برنارڈ شاہ ایک اور جگہ یورپ میں اسلام کے مستقبل کے متعلق پیشین گوئی کرتے ہوئے لکھتے ہیں "میری اپنی قوم اور یورپ کے دیگر ممالک کے متعدد اشخاص اسلام قبول کر چکے ہیں اور اب یہ بات بلا شک و شبہ کہی جا سکتی ہے کہ یورپ کے کلیتاً اسلام قبول کرنے کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ برنارڈ شاہ کے علاوہ مغرب کے اور بھی بڑے بڑے مفکرین نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ انیسویں صدی عیسوی میں کارلائل اور گبن جیسے جلیل القدر مفکرین نے اسلام کو حقائق و انصاف کی کسوٹی پر پرکھا اور جو نتائج اخذ کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا ان کی بنا پر یورپ والوں کے نقطہ نظر میں تیزی کے ساتھ تبدیلی آنی شروع ہوئی اور انہوں نے اسلام پر ہمدردانہ نظر سے غور کرنا شروع کیا۔ موجودہ بیسویں صدی میں تو اسلام کے متعلق اہل یورپ کے نقطہ نظر میں بہت زیادہ تبدیلی آچکی ہے اور نفرت و عداوت کی جگہ اسلام کی عظمت و محبت نے لے لی ہے۔ اس رفتار کو دیکھتے ہوئے کچھ تعجب نہیں کہ اکیسویں صدی میں اسلام پورے طور پر اہل یورپ کے دلوں میں گھر کر جائے اور اسے وہ نجات کا ذریعہ سمجھ کر جوق در جوق اس میں داخل ہونا شروع ہو جائیں۔ حالات سے یہ اندازہ کرنا دشوار نہیں کہ انسانی ضمیر آہستہ آہستہ تکمیل کے مدارج طے کر رہا ہے۔ اور یہ مقدر ہو چکا ہے کہ جلد یا بدیر دنیا آلام و مصائب کے چکر سے نجات حاصل کر لے۔ اس کے آثار نظر آ رہے ہیں کہ زمین کی طنابیں کھچ چکی ہیں۔ باشندگان ارض کو میل ملاپ کی جو سہولتیں آج میسر ہیں ایسی پہلے کبھی نہیں ہوئیں۔ چھاپا خانوں کی بدولت کتابوں کی اشاعت وسیع پیمانے پر ہو رہی ہے اور کسی بھی علم و فن اور مذہب و ملت کے متعلق معلومات کا دستیاب ہونا دشوار نہیں رہا۔ صحافت جو خیالات و عقائد کی اشاعت کا نہایت موثر ذریعہ ہے عروج پر ہے۔ ریڈیو ٹیلی ویژن کے بعد اب کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور سیٹلائٹ نے دنیا کو ایک گاؤں اور مختلف ملکوں کو محلے بنا دیا ہے۔ یہ سب سامان اس یوم موعود کو قریب لانے کے لیے کیے جا رہے ہیں جب ساری دنیا کا ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی دین ہوگا۔ جو فضائیں آج جنگ کے نعروں سے گونج رہی ہیں کل امن و سلامتی کے ترانوں سے معمور ہوں گی اور جہاں اس وقت تعصب و جہالت کی گھنگھور گھٹائیں چھا رہی ہیں وہاں آفتاب اسلام طلوع ہو کر ہر قسم کی تاریکی دور کر دے گا۔

اب وہ وقت زیادہ دور نہیں جب نبی آخر الزمان ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق ہر کچے پکے گھر میں اسلام داخل ہوگا اور روئے زمین کا گوشہ گوشہ اللہ کے نور سے جگمگا اٹھے گا۔ ہم یہ بات محض خوش اعتقادی کی بنا پر نہیں کہہ رہے بلکہ بے شمار مغربی مفکرین بھی گہرے غور و خوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ جناب وحید الدین خان لکھتے ہیں "ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امرت بقریۃ تاکل القریٰ یقولون یثرب وھی المدینۃ "مجھے ایک ایسی بستی کا حکم دیا گیا ہے جو تمام بستیوں کو کھا جائے گی لوگ اس کو یثرب کہتے ہیں مگر وہ مدینہ ہے۔" اس حدیث سے اسلام کا طریقہ معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ مکہ میں اسلامی دعوت کے لیے حالات نامساعد ہوں تو مدینہ کو دعوت کا مرکز بنا کر دوسرے علاقوں کو مسخر کرو۔ یہ طریق دور اول میں نہایت کامیاب رہا اور موجودہ دور میں بھی اس کے مواقع پوری طرح موجود ہیں۔ آج مغرب کو اسی طرح کے ایک قریہ کا مقام حاصل ہے۔ یہاں قدرت کے مخفی ہاتھ نے مکمل طور پر وہ حالات پیدا کر دیے ہیں جو اس دور میں یثرب میں پیدا ہوئے تھے۔ یہاں کے لوگوں میں مختلف اسباب کے تحت اسلام سے نفرت ختم ہو رہی ہے اور دین حق کی پیاس پیدا ہو چکی ہے۔ یہاں دعوت و تبلیغ کے آزادانہ مواقع موجود ہیں۔ ابلاغ کے جدید ترین وسائل مہیا ہیں جو کسی فکر و نظریہ کی اشاعت کے موثر طور پر انجام دینے کے لیے درکار ہیں۔ مزید یہ کہ آج مغرب کو دنیا میں عالمی قیادت کا مقام حاصل ہے۔ اگر یہاں صبر و تحمل اور استقامت کے ساتھ موثر انداز میں دعوت الی اللہ کا کام کیا جا سکے اور اسلام کے محاسن اور انسانیت کی بہبودی کے پہلوؤں کو ذہنوں میں اتارا جا

سکے تو حدیث کے الفاظ میں مغرب کا قریہ دوسرے تمام قریوں کو نگل جائے گا۔"

آگے یہی مصنف لکھتے ہیں "اسلام کی دعوتی قوت آج بھی ظاہر ہو سکتی ہے بشرطیکہ مسلمان وہ تمام قومی نزاعات ختم کر دیں جو ہر ایک ملک میں اپنے غیر مسلم ہمسائیوں سے چھیڑے ہوئے ہیں۔ یہ قومی نزاعات جن کو غلطی سے جہاد کا نام دیا گیا ہے اسلام کی دعوتی قوت کے ظہور میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ جس دن یہ نزاعات ختم ہوں گے اسی دن اسلام کا دعوتی سیلاب موجزن ہو جائے گا۔ اور اس وقت تک نہ تھمے گا جب تک وہ اپنی آخری حد کو نہ پہنچ جائے۔"

ہمارے نزدیک مغرب میں مسلمانوں کے کرنے کا کام صرف یہی ہے کہ وہ اسلام کی دعوت کو لے کر اٹھیں۔ اگر اسلام کی دعوت و فکر کے کام کرنے کے لیے کمربستہ ہو جائیں تو خدا کی رحمتوں کے سب سے زیادہ حقدار ٹھہریں گے۔ اور ان کا وجود یہاں کی قوموں کے لیے بھی باعث رحمت ثابت ہوگا۔

پاکستان، قادیانی اور بھٹو مرحوم

احمدیہ مسئلہ ! یہ ایک ایسا مسئلہ تھا جس پر بھٹو صاحب نے کئی بار کچھ نہ کچھ کہا۔ ایک دفعہ کہنے لگے، رفیع یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہم ان کو پاکستان میں وہ مرتبہ دیں جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے یعنی ہماری ہر پالیسی ان کی مرضی کے مطابق چلے۔

ایک بار انہوں نے کہا کہ قومی اسمبلی نے ان کو غیر مسلم قرار دیا ہے۔ اس میں میرا کیا قصور ہے؟ ایک دن اچانک مجھ سے پوچھا کہ کرنل رفیع، کیا احمدی آج کل یہ کہہ رہے ہیں کہ میری موجودہ مصیبتیں ان کے خلیفہ کی بددعا کا نتیجہ ہیں کہ میں کال کوٹھڑی میں پڑا ہوں؟ ایک مرتبہ کہنے لگے کہ بھئی اگر ان کے اعتقاد کو دیکھا جائے تو وہ تو حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی ہی نہیں مانتے اور اگر وہ مجھے اپنے آپ کو غیر مسلم قرار دینے کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں تو کوئی بات نہیں۔ پھر کہنے لگے میں تو بڑا گناہ گار ہوں اور کیا معلوم کہ میرا یہ عمل ہی میرے گناہوں کی تلافی کر جائے اور اللہ تعالیٰ میرے تمام گناہ اس نیک عمل کی بدولت معاف کر دے۔ بھٹو صاحب کی باتوں سے میں یہ اندازہ لگایا کرتا تھا کہ شاید انہیں گناہ وغیرہ کا کوئی خاص احساس نہ تھا لیکن اس دن مجھے محسوس ہوا کہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔

("بھٹو کے آخری ۳۲۳ دن" از کرنل رفیع الدین)

بنگلہ دیش میں مولانا ساجد عثمان کی گرفتاری

گزشتہ دنوں بنگلہ دیش میں ایک پاکستانی عالم دین مولانا ساجد عثمان کو گرفتار کر لیا گیا، وہ میرے شاہ صادق آباد ضلع رحیم یار خان میں حفظ قرآن کریم کی معروف درسگاہ مدرسہ خدام القرآن کے بانی حضرت مولانا محمد عثمانؒ کے فرزند ہیں، ایک عرصہ تک جہاد افغانستان سے منسلک رہے ہیں اور حرکت الجہاد الاسلامی کے ذمہ دار حضرات میں سے ہیں۔ چند برسوں سے وہ ایک بین الاقوامی رفاہی تنظیم "سرونٹس آف سفرنگ ہیومینیٹی انٹرنیشنل" سے وابستہ ہیں جو جنوبی افریقہ کے ایک بزرگ عالم دین حضرت مولانا احمد صادق ڈیسائی (خلیفہ مجاز حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ) کی سربراہی میں مختلف ممالک میں نادار افراد کی خدمت، سماجی ورک اور قرآن کریم کی تعلیم کے حوالہ سے سرگرم عمل ہے اور اسی کے ایک شعبہ "خدام القرآن" کے چیئرمین کی حیثیت سے مولانا ساجد عثمان کام کر رہے ہیں۔ اس تنظیم کی جاری کردہ ایک رپورٹ کے مطابق "خدام القرآن" نے بنگلہ دیش کے مختلف علاقوں میں قرآن کریم کی تعلیم کے ۵۰۰ سے زائد مکاتب قائم کیے ہیں جن میں پچاس ہزار کے لگ بھگ طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں جبکہ بنگلہ دیش کے علاوہ افغانستان، نیپال اور پاکستان میں بھی اسی طرح کے مکاتب قائم کیے گئے ہیں۔ ان کی گرفتاری کے بارے میں بنگلہ دیش کے سرکاری ذرائع کا کہنا ہے کہ انہیں عالم اسلام کے عظیم مجاہد الشیخ اسامہ بن لادن حفظہ اللہ تعالیٰ سے تعلق کی بنیاد پر گرفتار کیا گیا ہے مگر "خدام القرآن" کے ذمہ دار حضرات کا موقف یہ ہے کہ یہ بات خلاف واقعہ ہے اور اصل قصہ یہ ہے کہ بنگلہ دیش میں سماجی ورک کے عنوان سے سینکڑوں مسیحی مشنری ادارے اور این جی اوز اس ملک کے غریب عوام کی غربت اور سادگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں گمراہ کرنے میں مصروف ہیں اور "خدام القرآن" ان کی ایک مضبوط حریف کے طور پر میدان میں ہے جس کا دائرہ کار اور اثرات دن بدن وسیع ہوتے جا رہے ہیں اس لیے اس کا راستہ روکنے اور اس کی سرگرمیوں میں رکاوٹ ڈالنے کے لیے مولانا ساجد عثمان کو گرفتار کیا گیا ہے۔

گزشتہ سال شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کے ہمراہ بنگلہ دیش کے سفر کے دوران ہم نے بھی عالمی اداروں کی مدد سے چلنے والی این جی اوز اور مسیحی مشنریوں کی سرگرمیوں کے بارے میں وہاں کے سنجیدہ دینی حلقوں میں تشویش محسوس کی تھی اس بنا پر یہی بات قرین قیاس لگتی ہے کہ مولانا ساجد عثمان این جی اوز کی معاندانہ سازش کا شکار ہوئے ہیں اس لیے ہم حکومت پاکستان سے گزارش کریں گے کہ اس سلسلہ میں بنگلہ دیش کے حکام سے بات کی جائے اور مولانا ساجد عثمان کی رہائی کے لیے اثر و رسوخ استعمال کیا جائے۔